کتاب "سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة" میں شیخ البانیؒ کے منہج کا تحقیقی مطالعہ

A Research Study of Shikh Albani's Methodology in His book "Silsilah Al Ahadith Al Daeefah Wal Moudouah"

محمد یعقوب گوندل*

ڈاکٹر محمد شاہد**

ABSTRACT:

The comprehensive study of any book is based on the study of author's adopted methodology.This article contains on short introduction of Sheikh Albani and brief introduction of his book" Silsilah Al Ahadith Al Daeefah Wal Moudouah". It also contains on the necessary issues related to Sanad and Text (Matan) of Ahadith, on which Sheikh Albani foucused during his arbitration. For example, he mentioned the Text (Matan) of Hadith then mentioned its "Asaneed" by referring the other books of Hadith. He also foucused on checking the status of narrators in the light of "Ilm ur Rijal" principles. He also mentiontioned the references of "Moudouah Ahadith" from prominent books of Moudouah Ahadith. He has adopted the methodologies to accept or to reject the Hadith which are almost adopted by fore father Mohadithin. He aslo mentioned "Ilal ul Hadith" which are helpful for contemporary scholars to solve the problems of the authentication of Hadith.

Key Words: Methodology, Comprehend, Perception, Arbitration,. Moudouah.

شیخ البانی کا پورا نام "ابو عبد الرحمان محمد ناصر الدین بن نوح نجاتی بن آدم البانی" ہے[1] آپ "البانیا" کے دار الحکومت "اشقودرہ" میں 1332ھ بمطابق 1913م میں پیدا ہوئے[2]۔ آپ کے والد نوح نجاتی حنفی المسلک عالم دین تھے، اپنی عمر کے ابتدائی نو سال البانیا میں رہے پھر البانیا کے حکمران "احمد زوغو" کے چند غیر اسلامی اقدامات سے دل برداشتہ ہو کر اپنے والد کے ساتھ بلاد شام کی طرف ہجرت کر گئے[3] شام کے دار الخلافہ دمشق آکر مدرسہ "اسعاف الخیری" میں اپنے والد اور دوسرے کئی اساتذہ سے ابتدائی طور پر حدیث وعلوم الحدیث، علم النحو، علم الصرف اور فقہ حنفی کا علم حاصل کیا۔[4] بعد ازاں "مجلہ المنار" میں شیخ رشید رضا کی "احیاء للغزالی" کتاب میں موجود ضعیف احادیث سے متعلق تحقیقی مقالہ پڑھنے اور اس کی صحیح اور ضعیف روایات سے متعلق ابو الفضل زین الدین العراقی کی کتاب "المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الاخبار" کا مطالعہ کرنے کی وجہ سے حدیث کے میدان میں تحقیقی علم کے حصول کا شوق پیدا ہوا[5] شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن القیم کی کتب کا مطالعہ کرنے کی وجہ سے سلفیت کی طرف مائل ہوئے، اور مختلف موضوعات پر دروس دینے شروع کیے۔ یہ دروس زیادہ تر حدیث وعلوم الحدیث سے متعلق ہوتے تھے۔ جو انکی حدیث سے دلچسپی کا قوی ثبوت ہیں[6] کتابی

---

*Research Scholar, Department of Hadith, AIOU, Islamabad.
Email: Shahid_edu98@yahoo.com

**Assistant Professor, Department of Hadith, AIOU, Islamabad.

صورت میں آپ کی علمی خدمات میں باسٹھ تالیفات ہیں اور ان کے علاوہ تیس، دیگر مؤلفین کی وہ کتب جن کی احادیث کی آپ نے تخریج کی ہے ،شامل ہیں جبکہ آپکی چھے تالیفات اب بھی مخطوطات کی صورت میں موجود ہیں۔حدیث سے متعلق آپ کی تالیفات کی تعداد تیس ہے جن میں"سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة واثرها السئى فى الامة"ایک شہرہ آفاق کتاب ہے جس میں آپ نے ضعیف اور موضوع روایات جمع کی ہیں[7] بلاشبہ یہ ایک قابل قدر علمی سرمایہ ہے جو شیخ البانی نے اپنے بعد چھوڑا ہے۔

تعارف کتاب:

کتاب کا مکمل نام "سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة واثرها السئى فى الامة"ہے۔ یہ کتاب دمشق کے مجلہ "التمدن الاسلامی"میں شائع ہونے والے ان تحقیقی مقالات کا مجموعہ ہے جنھیں شیخ البانی نے شائع کروایا۔ بعد ازاں ان تحقیقی مقالات کو 1412ھ میں کتابی شکل دے دی گئی[8] اسے مکتبہ دار المعارف، الریاض السعودیہ نے اپنے زیر اہتمام 1412ھ بمطابق 1992م میں شائع کیا۔ یہ چودہ جلدوں پر مشتمل ہے ہر جلد میں پانچ سو روایات ہیں۔اس طرح چودہ جلدوں میں کل سات ہزار روایات موجود ہیں جن پر شیخ البانی نے ضعیف، باطل یا موضوع کا حکم لگایا ہے۔کتاب الضعیفہ والموضوعہ میں شیخ البانی کے اختیار کردہ منہج کو سمجھنے کے لئے اسے تین حصوں عمومی منہج، سند سے متعلق منہج اور متن سے متعلق منہج میں تقسیم کیا گیا ہے۔ذیل کی سطور میں انکا جائزہ مع امثلہ پیش کیا جارہا ہے۔

عمومی منہج:

تحکیم روایات میں اجتہاد

شیخ البانی نے اپنی اس کتاب میں روایات پر حکم لگاتے ہوئے محدثین کے اصولی قواعد کو پیش نظر رکھا ہے، اپنے اجتہاد پر انحصار کیا ہے اور حکم لگانے میں کسی کی تقلید نہیں کی۔ یہ طریقہ شیخ کی جہد مسلسل کی واضح دلیل ہے۔اس بات کا ثبوت اس کتاب کے مقدمے میں ان کا اپنا یہ قول ہے کہ "إنني لا أقلِّد أحداً فيما أُصدرُه من الأحكام على تلك الأحاديث،وإنّما أتبع القواعد العلمية التي وضعها أهل الحديث, وجرَوا عليها في إصدار أحكامهم على الأحاديث من صحة أو ضعف"[9] جب میں احادیث پر کوئی حکم لگاؤں گا تو محدثین کے وضع کردہ قواعد کے مطابق ایسا کروں گا۔ محدثین نے جس طرح احادیث پر صحت یا ضعف کے حکم صادر کیے ہیں میں بھی انکی روش پر چلوں گا۔ البتہ کسی حدیث پر حکم لگاتے وقت کسی کی تقلید ہرگز نہیں کروں گا" ۔

شیخ البانی نے رجال سند کا حکم دیکھنے کے لئے علماء جرح و تعدیل کے اقوال پر انحصار کیا ہے لیکن روایات پر حکم لگانے پر کسی پر انحصار نہیں کیا۔البتہ اس ضمن میں متقدمین سے استفادہ ضرور کیا ہے۔

روایات میں ترتیب:

شیخ البانی نے "الضعیفة والموضوعة"کی روایات کو ذکر کرنے میں کسی خاص ترتیب کا خیال نہیں رکھا۔ نہ ہی فقہی ابواب کی ترتیب کا اور نہ ہی الف بائی ترتیب کا، بلکہ تحقیق کے دوران جو ضعیف یا موضوع روایت سامنے آئی اس کی سند اور متن پر تحقیق کے بعد حکم لگایا اور تحقیقی آرٹیکل میں شامل کرکے شائع کروایا یہی تحقیقی مقالات بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوگئے بطور مثال جلد اول کی پہلی تین روایات کی

ترتیب کو دیکھا جاسکتا ہے۔ روایت نمبر (1)- (الدين هو العقل، ومن لا دين له لا عقل له) ہے۔ روایت نمبر (2)- (من لم تنهه صلاته عن الفحشاء والمنكر لم يزدد من الله إلا بعد) ہے۔ اور روایت نمبر (3)۔ (همة الرجال تزيل الجبال) [10] ہے۔ پہلی روایت دین سے متعلق ہے اور دوسری نماز سے متعلق ہے جبکہ تیسری روایت پہلی دونوں روایتوں سے مختلف ہے جو مردوں کی ہمت سے متعلق ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان روایات کی نہ فقہی ترتیب ہے اور نہ ہی الف بائی۔ شیخ البانی کا پوری کتاب میں روایات کے ذکر کرنے کا یہی انداز ہے۔ اسی طرح موضوع روایات کو ترتیب سے اکٹھے ذکر کیا ہے اور نہ ہی ضعیف روایات کے ذکر کرنے میں خاص ترتیب کا خیال رکھا ہے۔

فقہی نکات کا استنباط:

کتاب کی ضعیف و منکر روایات سے متعلق موقع و محل کی مناسبت سے فقہی نکات و فوائد کا ذکر کرتے ہیں جو شیخ کی فقہی فراست کا آئینہ دار ہیں۔ جیسا کہ روایت "ليتقه الصائم، يعني الكحل" پر "منکر" کا حکم لگانے کے بعد روزہ دار کے سرمہ لگانے کے فقہی مسئلہ میں علما کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد فقہی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "وقد اختلف العلماء في الكحل للصائم، فمنهم من لم يفطر بشيء من ذلك، فإن الصيام من دين المسلمين الذي يحتاج إلى معرفته الخاص والعام، فلوكانت هذه الأمور مما حرمها الله ورسوله في الصيام ويفسد الصوم بها، لكان هذا مما يجب على الرسول بيانه، ولو ذكر ذلك لعلمه الصحابة وبلغوه الأمة كما بلغوا سائر شرعه، فلما لم ينقل أحد من أهل العلم عن النبي ﷺ في ذلك حديثا صحيحا مسندا ولا مرسلا، علم أنه لم يذكر شيئا من ذلك [11]" کہ روزہ دار کے لئے سرمے کے استعمال میں علمانے اختلاف کیا ہے ان میں بعض کا یہ کہنا ہے کہ اس کے استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹتا"۔ یہ ذکر کرنے کے بعد فقہی نکتہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " روزے مسلمانوں کے دین کا حصہ ہیں جو ہر خاص وعام جانتا ہے۔ اگر روزے کے دوران اس طرح کے معاملات کا تعلق اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی حرام کردہ چیزوں سے ہوتا اور روزہ ان کے استعمال سے فاسد ہوجاتا تو رسول ﷺ پر ان کا بیان کرنا واجب ہوتا، اور اگر آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسکا ضرور علم ہوتا جسے وہ امت تک منتقل کرتے جیسا کہ انھوں نے باقی شریعت کو منتقل کیا ہے۔ اہل علم میں سے کسی نے نبی ﷺ سے اس سے متعلق نہ کوئی صحیح اور نہ ہی کوئی مرسل حدیث نقل کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس بارے میں کوئی بات سرے سے ذکر ہی نہیں فرمائی"۔

احادیث سے فقہی نکات کا استنباط بھی محدثین کا طریقہ کار رہا ہے۔ جیسا کہ زین الدین عبد الرحمن بن أحمد بن رجب نے "فتح الباري شرح صحيح البخاري" میں احادیث کی شرح بیان کرتے ہوئے کئی فقہی نکات کا استنباط کیا ہے۔[12] اور اسی طرح امام بخاری نے اپنی کتاب " صحیح بخاری" میں احادیث سے فقہی نکات مستنبط کرکے انھیں تراجم ابواب کی صورت میں لکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بارے میں فضلا نے کہا ہے "فقه البُخَارِيّ فِي تراجمه" کہ امام بخاری کی فقہ انکے تراجم (ابواب) میں ہے [13]۔ شیخ کا روایات سے فقہی نکات مستنبط کرنے کا طریقہ متقدمین محدثین سے مماثلت رکھتا ہے۔

رموز کا استعمال:

بعض مقامات پر حدیث کی تخریج کرتے وقت مصدر اصلی کا حوالہ دیتے ہوئے اس کے مؤلف کے استعمال کردہ رموز بھی ذکر کرتے

ہیں جیسا کہ روایت "من قال إذا أصبح: سبحان الله وبحمده ألف مرة؛ فقد اشترى نفسه من الله، وكان في آخر يومه عتيق الله" کے ضمن میں حدیث کی تخریج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسے أصبهاني نے اپنی کتاب "الترغيب" میں (ق79/ 2) پر ذکر کیا ہے۔ یعنی جلد نمبر اور صفحہ نمبر کے ساتھ رمز "ق" بھی ذکر کیا ہے[14] رموز کا استعمال اختصار کی غرض سے کیا جاتا ہے یہ طریقہ متقدمین کے ہاں بھی مستعمل ہے جیسا کہ یوسف بن عبد الرحمن المزی نے اپنی کتاب "تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف" میں کتب احادیث کے رموز استعمال کیے ہیں[15] شیخ کا یہ طریقہ بھی اپنے ماقبل محدثین کے طریقہ سے مشابہت رکھتا ہے۔

اصطلاحات حدیث کا استعمال:

کتاب "الضعیفہ" کی روایات پر ضعیف یا موضوع کا حکم لگاتے ہوئے شیخ البانی نے جو اصطلاحات استعمال کی ہیں وہ اکثر متقدمین محدثین کے ہاں مستعمل ہیں۔ ذیل میں شیخ کی استعمال کردہ اصطلاحات کا متقدمین سے بطور تقابل جائزہ پیش کیا جائے گا۔

شیخ رحمہ اللہ نے روایات پر حکم لگاتے ہوئے "باطل" کی اصطلاح استعمال کی ہے[16] جو کہ متقدمین محدثین کے ہاں بھی مستعمل ہے جیسا کہ عبد اللہ بن مسلم دینوری (المتوفی: 276ھ) نے اپنی کتاب "تأويل مختلف الحديث" میں اسے استعمال کیا ہے[17]۔ اسی طرح اصطلاح "ليس بحديث" جہاں ایک طرف شیخ نے استعمال کی ہے[18] وہاں دوسری طرف محدثین نے بھی استعمال کی ہے جیسا کہ محمد بن عمر الأصبهاني (المتوفی 581ھ) نے اس اصطلاح کو اپنی کتاب "اللطائف من دقائق المعارف" میں استعمال کیا ہے[19]۔ شیخ کی استعمال کردہ اصطلاح "لا أصل له"[20] أبو بكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي کے ہاں بھی مستعمل ہے جو انہوں نے اپنی کتاب "شرف أصحاب الحديث" میں استعمال کی ہے[21]۔ شیخ کے ہاں مستعمل اصطلاح "موضوع بهذا اللفظ"[22] محمد عبد الحي لكنوي (المتوفی1304ھ) کے ہاں بھی کتاب "الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة" میں مستعمل ہے[23]۔ شیخ کی اصطلاح "لا أعلم له أصلا"[24] أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي کے ہاں "المجموع شرح المهذب" میں مستعمل ہے[25]۔ "ضعيف جدا" کی اصطلاح کو شیخ نے استعمال کیا ہے[26] جبکہ امام أبو سليمان احمد بن محمد الخطابي (المتوفی 388ھ) کے ہاں "معالم السنن شرح سنن أبي داود" میں مستعمل ہے[27]۔ شیخ کی استعمال کردہ اصطلاح "لا أصل له في المرفوع"[28] أبو الخير محمد بن عبد الرحمن السخاوي (المتوفی902ھ) کے ہاں "المقاصد الحسنة" میں مستعمل ہے[29]۔ اسی طرح شیخ کے ہاں "ضعیف" کی اصطلاح[30] أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعي (المتوفی204ھ) کے ہاں "اختلاف الحدیث" میں مستعمل ہے[31]۔ شیخ نے اصطلاح "منكر لا أصل له" استعمال کی ہے[32] جو أحمد بن الحسين بن علي أبو بكر البيهقي (المتوفی458ھ) کے ہاں ان کی کتاب "السنن الکبری" میں بھی مستعمل ہے[33]۔ شیخ کے ہاں استعمال ہونے والی "لا يصح"[34] کی اصطلاح أبو الحسن علي بن خلف ابن بطال (المتوفی449ھ) کے ہاں "شرح صحیح البخاری" میں مستعمل ہے[35]۔ شیخ کی استعمال کردہ اصطلاح "موضوع"[36] کم و بیش اکثر محدثین کے ہاں مستعمل ہے جیسا کہ أبو الوليد سليمان بن خلف (المتوفی474ھ) نے اپنی کتاب "المنتقى شرح الموطإ" میں اسے استعمال کیا ہے[37]۔ شیخ کی "منكر جداً" کی اصطلاح[38] عبد الرحمن بن محمد ابن أبي حاتم نے اپنی کتاب "العلل" میں استعمال کی ہے[39]۔ "موضوع بهذاالسياق" کی اصطلاح جسے شیخ نے استعمال کیا ہے[40] یہ أبو طاهر أصبهاني کے ہاں "الطيوريات" میں مستعمل ہے[41]۔ شیخ کی اصطلاح "ضعيف بهذا

التمام"[42]محمد بن إسماعیل (المتوفی 1182ھ) کے ہاں "التَّحبیر لإیضَاح مَعَاني التَّیسیر" میں **مستعمل** ہے[43]۔ جو کہ شیخ البانی سے متقدم ہیں۔ شیخ کے ہاں **مستعمل** اصطلاح" منکر بلفظ---" بھی ہے جس کی مثال یوں ہے "إذا ولغ الکلب في إناء أحدکم فلیهرقه، ولیغسله ثلاث مرات". منکر بلفظ (ثلاث)[44]۔ شیخ کے ہاں **مستعمل** "کذب لا أصل له"[45] کی اصطلاح علاء الدین مغلطاي بن قلیج (المتوفی 762ھ) کے ہاں "شرح سنن ابن ماجه الإعلام بسنته علیه السلام" میں **مستعمل** ہے[46]۔

اس جائزے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی تمام اصطلاحات متقدمین محدثین نے اپنی کتب میں استعمال کی ہیں۔ اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے ان اصطلات حدیث کے استعمال میں شیخ البانی اور محدثین میں مماثلت کا پہلو موجود ہے۔ شیخ کا تفرد نہیں ہے۔

نحوی مباحث:

احادیث سے استدلال کرتے ہوئے نحوی مباحث بھی ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ روایت "ما رأى المسلمون حسنا فهو عند الله حسن، وما رآه المسلمون سيئا فهو عند الله سيء" کے ضمن میں شیخ لکھتے ہیں کہ "اس روایت کی مرفوع میں اصل نہیں ہے۔ اور اگر اسے حجت مان بھی لیا جائے تو "المسلمون" سے مراد اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور انکا کسی معاملے پر اتفاق مراد ہو گا تمام مسلمان مراد نہیں ہیں کیونکہ اس لفظ میں "الف لام" استغراق کے لئے نہیں ہے جیسا کہ کچھ لوگوں کا گمان ہے بلکہ یہ الف لام عہدی ہے۔ اور اگر ہم اسے استغراقی مان بھی لیں تو بھی اس سے مراد ہر مسلمان نہیں لیا جائے گا کیونکہ ان میں بہت سے ایسے مسلمان بھی ہونگے جن کا شمار اہل علم میں نہیں ہوتا تو پھر انکی رائے کسی چیز کے اچھا یا برا سمجھنے میں کیسے شمار ہو گی؟۔ اس لئے ضروری ہے کہ "المسلمون" سے مراد مسلمان اہل علم ہی لئے جائیں میرے نزدیک یہی صحیح ہے"[47]۔

امام ابو حنیفہ کی امامت فقہ کا اعتراف:

امام ابو حنیفہ کی فقہ میں امامت کا اعتراف کرتے ہیں لیکن حدیث میں انھیں ضعیف قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ روایت "دية ذمي دية مسلم" پر "منکر" کا حکم لگایا اور اسکی سند ذکر کی چونکہ اس سند کے راویوں میں امام ابو حنیفہ ہیں اس لئے ان کے حوالے سے اقوال محدثین ذکر کیے اور آخر میں اپنا تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ "ومما لا شك فيه عندنا أن أبا حنيفة من أهل الصدق، ولكن ذلك لا يكفي ليحتج بحديثه حتى ينضم إليه الضبط والحفظ، قلت: فهذا هو الحق والعدل وبه قامت السماوات والأرض، فالصلاح والفقه شيء وحمل الحديث وحفظه وضبطه شيء آخر، ما دام أنه صدوق في نفسه، أضف إلى ذلك جلالة قدره في الفقه والفهم، قلت: الإمامة في الفقه ودقائقه مسلمة إلى هذا الإمام، وهذا أمر لا شك فيه[48]" اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے نزدیک ابو حنیفہ کا شمار اہل صدق میں ہوتا ہے۔ لیکن حجیت حدیث میں اتنا کہنا کافی نہیں یہاں تک ان کے حافظے اور ضبط کا یقین ہو جائے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ یہ وہ حق وعدل کی بات ہے جس کی وجہ سے آسمان وزمین قائم ہیں کیونکہ اصلاح اور فقہ ایک چیز ہیں جبکہ تحمل حدیث اور اس میں حفظ وضبط کا ہونا دوسری بات ہے۔ بہر حال یہ بات ابو حنیفہ کی اپنی ذات کی حد تک انکے صدوق ہونے میں رکاوٹ نہیں، لہذا میں فقہ اور فہم میں انکی عظمت کا اعتراف کرتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ فقہ اور اسکی باریکیوں کے امام ہیں"۔ بلاشبہ امام ابو حنیفہ فقہ میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔

ان کی اس صفت کا اعتراف شیخ البانی کے وسیع الظرف ہونے کی دلیل ہے۔

سائنسی تحقیقات سے استفادہ:

اگر موضوع روایات کا تعلق سائنسی میدان سے ہو تو اس پر حکم لگاتے وقت جہاں ایک طرف راویوں کی جانچ پڑتال علم الرجال کی روشنی میں کرتے ہیں تو وہاں دوسری طرف اس کے موضوع ہونے کو ثابت کرنے کیلئے سائنسی تحقیقات کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ جیسا کہ روایت "وكل بالشمس تسعة أملاك يرمونها بالثلج كل يوم، لولا ذلك ما أتت على شيء إلا أحرقته" سورج کے ساتھ نو فرشتے مقرر ہیں جو ہر روز اس پر برف پھینکتے ہیں اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہ ہر چیز کو جلادے، شیخ البانی نے اس پر "موضوع" کا حکم لگانے کے بعد سائنسی علم کی روشنی میں بھی اسے موضوع قرار دیا ہے لکھتے ہیں "ويؤيد وضعه مخالفته لما ثبت في علم الفلك أن السبب في عدم حرق الشمس لما على وجه الأرض إنما هو بعدها عن الأرض بمسافات كبيرة جدا يقدرونها بمائة وخمسين مليون كيلو متر تقريبا كما في كتاب "علم الفلك" للأستاذ طالب الصابوني" علم فلکیات بھی اس کے موضوع ہونے کی تائید کرتا ہے کیونکہ اس علم سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ زمین پر موجود چیزوں کو سورج کے نہ جلانے کی وجہ اسکا زمین سے ایک سو پچاس ملین کلو میٹر دور ہونا ہے جیسا کہ استاذ طالب صابونی نے اپنی کتاب "علم الفلك" میں ذکر کیا ہے" [49]۔

نتیجہ یہ ہے کہ سورج کا زمین پر موجود چیزوں کو نہ جلانے کی وجہ فرشتوں کا اس پر برف پھینکنا نہیں بلکہ اسکا زمین سے دور ہونا ہے۔

الزامات کا ازالہ:

بعض مقامات پر شیخ نے روایت پر تحقیق کرتے وقت سلفیت کا دفاع کرتے ہوئے ان کے بارے میں پیدا ہونے والی بدگمانیوں کا مکمل ازالہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیسا کہ روایت "من حج فزار قبري بعد موتي كان كمن زارني في حياتي " کی تحقیق میں یوں رقمطراز ہیں "يظن كثير من الناس أن شيخ الإسلام ابن تيمية ومن نحى نحوه من السلفيين يمنع من زيارة قبره ﷺ، وهذا كذب وافتراء وليست أول فرية على ابن تيمية رحمه الله تعالى، وعليهم، وكل من له اطلاع على كتب ابن تيمية يعلم أنه يقول بمشروعية زيارة قبره صلى الله عليه وسلم واستحبابها إذا لم يقترن بها شيء من المخالفات والبدع"[50]"بہت سے لوگ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے ہم مسلک سلفی لوگوں کے بارے میں یہ گمان رکھتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت سے روکا ہے یہ سلفی مسلک کے لوگوں اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ پر سراسر الزام ہے۔ ہم آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ یہ کوئی پہلا جھوٹ نہیں جو سلفی مسلک اور شیخ الاسلام پر گھڑا گیا ہو۔ جس شخص کو ابن تیمیہ کی کتب کا مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے وہ جانتا ہے کہ شیخ الاسلام نے نبی ﷺ کی زیارت قبر کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ اسے ایک مستحب عمل قرار دیا ہے بشرطیکہ زیارت میں بدعات اور خلاف شرع کاموں کا ارتکاب نہ ہو"۔

شیخ نے نبی کریم ﷺ کی زیارت قبر کو اس وقت جائز قرار دیا ہے جب دوران زیارت بدعات کا ارتکاب نہ ہو اس کے ساتھ سلفی مسلک اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بارے میں پیدا کردہ بدگمانی کو دور کیا ہے اور انکے درست موقف کی وضاحت بھی کی ہے۔

سند سے متعلق شیخ کا منہج: ائمہ محدثین کے حکم کا تذکرہ

روایت کی اسانید کا احاطہ کرنے کے بعد اس روایت پر ائمہ محدثین کا حکم ذکر کرتے ہیں جیسا کہ روایت "استعن بيمينك. وأومى بيده إلي الخط" کی اسانید ذکرنے کے بعد امام ابن ابی حاتم کا اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے قول نقل کیا ہے کہ "هذا حديث منكر وخصيب ضعيف الحديث "[51]۔اس روایت پر شیخ نے پہلے اپنا حکم "ضعیف" لگایا اور پھر اس کے اثبات میں امام ابن ابی حاتم کا قول ذکر کیا ہے۔

مصادر حدیث کا حوالہ:

روایت کی اسانید کا تذکرہ کرتے ہوئے مختلف کتب حدیث کا حوالہ دیتے ہیں اور مصدر حدیث کی جلد نمبر اور صفحہ نمبر لکھتے ہیں۔ جلد نہ ہونے کی صورت میں حرف "ص" لکھ کر صفحہ نمبر لکھ دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر روایت "أسفروا بصلاة الغداة ينظر الله لكم "کا ابو نعیم اصبہانی کی کتاب "أخبار أصبهان "کا حوالہ دیتے ہوئے اسکی جلد اور صفحہ نمبر دونوں اس صورت میں(1/95) ذکر کرتے ہیں۔ جبکہ اسی روایت کا "مسند بزار" سے حوالہ دیتے ہوئے یہ انداز اختیار کیا ہے کہ بزار نے اپنی "مسند" میں (ص 43) پر اس روایت کی دوسری سند "حدثنا محمد بن يحيى بن عبد الكريم الأزدي: حدثنا خالد بن مخلد بلفظ: "فإنه أعظم للأجر[52] ذکر کی ہے۔

متکلم فیہ رواۃ پر اقوال علماء کا تذکرہ:

روایت کی سند ذکر کرنے کے بعد اس میں موجود متکلم فیہ ایک راوی ہو یا کئی راوی ہوں تو انکا تذکرہ کرتے ہوئے علما اسماالرجال کے اقوال کا احاطہ کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ مثلاً روایت ،إن لكل مسيء توبة، إلا صاحب سوء الخلق؛ فإنه لا يتوب من ذنب إلا وقع في شر منه، پر "موضوع" کا حکم لگانے اور اسکی سند ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ "میں نے کہا کہ یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اسکی سند میں راوی "عمرو بن جمیع" ہے جسے یحیی بن معین نے جھوٹا قرار دیا ہے اور امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ شخص ہشام بن عروۃ وغیرہ سے جھوٹی اَحادیث روایت کرتا ہے"[53]۔سند کے راوی "عمرو بن جميع" سے متعلق شیخ نے دو ائمہ کے اقوال پر اکتفا کرتے ہوئے روایت پر حکم صادر کیا ہے۔

علل اسانید کا تذکرہ:

روایات کی اسانید کا ذکرنے کے بعد ان میں موجود علل کا تذکرہ کرتے ہیں اس سے شیخ کے علل سے متعلق علم کا، نقد پر مہارت اور علم حدیث کی باریکیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔اس بات پر مکمل کتاب گواہ ہے۔ مثال کے طور پر روایت سبحي الله عشراً، واحمديه عشراً، وكبريه عشراً، ثم سليه حاجتك، الخ کی سند عكرمة بن عمار، عن إسحاق بن عبد الله بن أبي طلحة ذکر کرنے کے کے بعد شیخ لکھتے ہیں کہ اسے نسائی، ترمذی، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور احمد نے روایت کیا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ "سند میں عکرمۃ بن عمار اپنے حافظے کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ یہ بات حافظ ابن حجر نے بھی لکھی ہے۔ اس لئے یہ حدیث "حسن" ہے "صحیح" نہیں۔ جس نے اسے صحیح کہا ہے اس نے صرف سند کا ظاہری اتصال دیکھا ہے اور حافظ ابن حجر کا حدیث پر ارسال کا حکم نہیں دیکھا۔ کیونکہ یہ ارسال اہل حدیث کے ہاں ایسی علت ہے جو سند کو کمزور کرتی ہے" [54]۔ شیخ نے اس روایت کی سند میں موجود علت کا ادراک کیا اور اسے دلیل کے ساتھ ذکر کیا جو علل حدیث سے متعلق ان کی دسترس پر دلیل ہے۔

کبار ائمہ کا معروف نسبت سے تذکرہ:

سند کی تخریج کرتے ہوئے کبار ائمہ حدیث کا اکثر تذکرہ صرف انکی معروف نسبت سے کرتے ہیں اور انکے نام ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی انکے ناموں کے ساتھ لفظ "امام" استعمال کرتے ہیں۔ اور نہ ہی انکی معروف کتب حدیث کے نام ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ روایت "إن كنت تحبني فأعد للفقر تجفافا "پر " منکر "کا حکم لگانے کے بعد اسکی تخریج کرتے ہوئے لکھتے ہیں "رواه الترمذي (2 / 56) " کہ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے "[55]۔

حکم حدیث سے رجوع:

اگر روایت کو سند میں موجود کسی علت کی بنیاد پر ضعیف قرار دیں اور پھر اس علت کی تصریح پالیں تو اسکی صحت کا ذکر کرتے ہوئے اسکی مکمل وضاحت کرتے ہیں۔ جیسا کہ روایت نمبر (118) پر ضعیف کا حکم لگانے اور اسکی سند ذکر کرنے کے بعد تنبیہا لکھتے ہیں کہ "میں نے اس حدیث کو زمعة بن صالح کے ضعیف ہونے اور عنعنة أبي الزبير کی وجہ سے معلول قرار دیا تھا پھر میں نے ایک نئی طباعت میں عنعنة أبي الزبير کی سماع کی تصریح پائی اور مزید یہ کہ مجھے اس حدیث کا ایک شاهد بھی مل گیا جب میں نے اس پر غور کیا تو مجھے اس کے صحیح ہونے کا یقین ہو گیا۔ پھر میں نے اسے "الصحیحہ" میں ابو زبیر کی حدیث سے ذکر کیا"[56]۔ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کو اگر ایک حکم لگانے کے بعد دوسرا صحیح حکم معلوم ہوتا ہے تو اپنے پہلے حکم سے رجوع کر لیتے ہیں۔ اور اسکی وضاحت بھی پیش کر دیتے ہیں۔

"قلت" اور " اقول" سے ذاتی تبصرے کا آغاز:

روایت کی سند پر سیر حاصل بحث کرنے اور سند کے راویوں پر اقوال علما ذکر کرنے کے بعد لفظ "قلت" ماضی متکلم کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے اپنے تبصرے کا آغاز کرتے ہیں اور اس مقصد کے لئے بعض اوقات لفظ "اقول "مضارع متکلم کا صیغہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ روایت "ما من صباح إلا وملكان يناديان: ويل للرجال من النساء، وويل للنساء من الرجال" کی سند "عن خارجة بن مصعب عن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار عن أبي سعيد" ذکر کی پھر "قلت" کہ کر خارجة بن مصعب راوی کو ضعیف قرار دیا۔ اس صیغہ کے بعد شیخ کا اپنا تبصرہ ہے پھر دلیل کے طور پر علماء علم الرجال کے اقوال ذکر کیے [57]۔

اسی طرح روایت "اللهم مصغر الكبير، ومكبر الصغير! صغر ما بي" کی سند میں موجود محمد بن عبد الغفار پر کلام کرتے ہوئے "اقول" کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے کہا" وبعد هذا التحقيق أقول: يبدو أن محمد بن عبد الغفار لم يتفرد بهذا الحديث؛ لأنه ليس من رجال الأئمة الستة"[58] " اس تحقیق کے بعد میں کہتا ہوں کہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محمد بن عبد الغفار اس حدیث میں متفرد نہیں ہیں کیونکہ وہ صحاح ستہ کے رجال میں سے نہیں ہیں"۔ احادیث کا تذکرہ کرنے کے بعد لفظ " قلت " سے ذاتی رائے اور تبصرے کا آغاز کرنا اکثر محدثین کا انداز ہے۔ جیسا کہ أبو سليمان الخطابي (المتوفى: 388ھ) نے اپنی کتاب "معالم السنن شرح سنن أبي داود" میں یہی انداز اختیار کیا ہے [59]۔ اسی طرح لفظ "اقول" کا استعمال کر کے تبصرہ کرنا حافظ ابن حجر سمیت کئی متقدمین محدثین کے ہاں ملتا ہے [60]۔

متن سے متعلق شیخ کا منہج : ذکر متن کا اسلوب

روایت کا متن ذکر کرنے میں شیخ کا طریقہ کار یہ ہے کہ سب سے پہلے متن روایت ذکر کرتے ہیں، پھر اسکا حکم ذکر کرتے ہیں اور پھر

اس روایت کی تخریج کرتے ہوئے اسکی اسانید کا احاطہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر روایت "كان إذا أراد أمرا قال: اللهم خر لي واختر لي" کا سب سے پہلے متن ذکر کیا پھر اس پر "ضعیف" کا حکم لگایا اور پھر کتب حدیث میں موجود اسکی مختلف اسانید کا ذکر اس انداز سے کیا کہ اس روایت کو امام ترمذی نے اپنی کتاب اور ابن السنی نے اپنی کتاب "عمل اليوم والليلة" (591)، ابن عدی نے اپنی کتاب "الاخلاق" (2/228) میں زنفل بن عبد الله العرفي عن ابن أبي مليكة عن عائشة عن أبي بكر الصديق أن النبي ﷺ سند سے ذکر کیا ہے۔ امام ترمذی نے اسے حدیث غریب کہتے ہوئے کہا ہے کہ مجھے یہ روایت "زنفل" راوی کے علاوہ کسی اور سے نہیں ملی، اہل حدیث کے ہاں یہ ضعیف ہے۔ ابن عدی نے بھی یہی بات ذکر کی ہے، امام ذہبی نے اسے "الضعفاء والمتروكين" میں ذکر کرتے ہوئے پہلے امام نسائی کا قول "ليس بثقة، پھر امام دار قطنی کا قول "ضعیف" ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ حافظ ابن حجر نے بھی "الاصابہ" میں دار قطنی کے قول پر اعتماد کیا ہے[61]۔

متن کا سند کے بغیر ذکر کرنا اور اسکے بعد فوراً حکم کا ذکر کرنا شیخ البانی کے ہاں ملتا ہے۔ متقدمین محدثین میں سے أبو الفضل محمد بن طاهر المقدسي (المتوفی 507ھ)[62] سے مشابہت کا پہلو صرف یہ ہے کہ انھوں نے پہلے متن روایت ہی ذکر کیا لیکن پھر سند ذکر کی پھر حکم لگایا۔ بہر حال صرف متن کے بعد فوری حکم ذکر کرنا صرف شیخ البانی کے ہاں انکی کتاب "الضعیفہ" میں ہی ہے۔

متن میں تصحیف کی درستگی:

بعض اوقات روایت کے متن کے الفاظ میں تصحیف[63] کو درست کرنے کیلئے کتاب کے مخطوطے کی طرف بھی رجوع کرتے ہیں تا کہ اس سے درست الفاظ کی تحقیق کی جا سکے۔ یہ انداز بلاشبہ شیخ کی محنت شاقہ پر بڑی قوی دلیل ہے جیسا کہ روایت "أعف الناس قتلة أهل الإيمان" کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "تمام قدیم مصادر میں بھی لفظ "اعف" جو "العفہ" سے ہے جس کا مطلب اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ مہربان ہے، ذکر کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح یہ لفظ امام ہیثمی کی کتاب "مجمع الزوائد" کے اصلی مخطوطے میں بھی موجود ہے لیکن بعد میں تصحیح کرنے والوں نے اشاعت کے وقت اسے بگاڑ کر "أعق" بالقاف بنا دیا۔ پھر شیخ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اصل میں لفظ "اعف" ہی ہے اور دراصل اس کے لکھنے میں تصحیف ہوئی ہے۔ اصول درایت کے مطابق معنی کے لحاظ سے بھی اسے "اعف" ہی ہونا چاہیے "جبکہ لفظ "أعق"، "عق" سے نکلا ہے جس کا مطلب قطع کرنا ہے۔ صحیح لفظ کی طرف امام ہیثمی کا ترجمہ باب "باب حسن القتل" بھی اشارہ کر رہا ہے۔ لیکن طباعت کی غلطی نے اسے "اعق القتل" بنا دیا[64]۔ شیخ نے روایت کے اصل معنی تک پہنچنے کے لئے کتاب کے مخطوطے تک رسائی کی اور تحقیق کے بعد اصل لفظ کا ذکر کیا تا کہ کسی قسم کا ابہام نہ رہے۔

قدیم کتب "موضوعات" سے استفادہ:

اگر روایت موضوع ہو تو اسے متقدمین محدثین کی کتب موضوعات کے حوالے کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اس ضمن میں انہوں نے زیادہ تر اعتماد ان کتب پر کیا ہے:

الموضوعات لجمال الدين عبد الرحمن بن الجوزي۔ اللآلىء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة لجلال الدين السيوطي۔ تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة لابن عراق الكناني۔ الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة المعروف

بالموضوعات الكبرى لعلي بن (سلطان) محمد الملا القاري۔

لیکن ہر موضوع روایت کا حوالہ دیتے ہوئے ایک ہی جگہ ان تمام کتب کا تذکرہ نہیں کرتے بلکہ کسی ایک یا دو کتابوں کا حوالہ ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ تمام کتب قدیم ائمہ کی تحریر کردہ ہیں۔ جن سے شیخ نے استفادہ کیا ہے۔

موضوع روایات کے صحیح مفہوم کا تذکرہ:

اگر متن روایت کے الفاظ موضوع ہوں لیکن ان کا مفہوم صحیح ہو تو اس مفہوم پر مشتمل دیگر صحیح روایات لاتے ہیں تاکہ صحیح مفہوم پر مشتمل صحیح متون والی روایات سامنے آجائیں۔ جیسا کہ روایت "توسلوا بجاهي فإن جاهي عند الله عظيم" پر "لا أصل له" کا حکم لگانے کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں " شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے "القاعدة الجليلة" میں ذکر کیا ہے جس کا مفہوم یہ کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ اللہ کے ہاں بڑا عظیم ہے لیکن یہ ایک الگ چیز ہے جبکہ آپ کا توسل ایک الگ چیز ہے لہذا دونوں کے درمیان خلط ملط کرنا درست نہیں۔ توسل کے ذریعے قبولیت دعا کا تصور عقلی اعتبار سے بھی درست نہیں کیونکہ اس کا تعلق غیبی معاملات سے ہے اور غیبی معاملات کا مکمل ادراک عقل کے ذریعے ممکن نہیں۔ آپ ﷺ کے توسل میں صحیح اور ضعیف دو طرح کی روایات منقول ہیں۔ وہ صحیح روایات جن سے توسل کو ثابت کیا گیا ہے دراصل ان میں توسل آپ ﷺ کی ذات کے ذریعے سے نہیں بلکہ آپ ﷺ کی دعا کے ذریعے سے ہے۔ جیسا کہ بارش کیلئے دعا کروانا اور نابینا کا آپ سے دعا کروانا وغیرہ لیکن آپ ﷺ کے وصال کے بعد توسل جائز نہیں کیونکہ عمر کے زمانہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب بارش مانگی تو انھوں نے آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے توسل کیا نہ کہ آپ ﷺ کی ذات کے ذریعے سے "[65]۔

تردید روایات کا اسلوب:

معلل روایات کی تردید یا تضعیف کے علاوہ شیخ ان روایات کو بھی رد کرتے ہیں جن کے متن کی معنویت قرآن کے خلاف ہو، صحیح احادیث کے خلاف ہو یا بیک وقت دونوں کے صراحتاً خلاف ہو۔

- قرآن کے صراحتاً خلاف ہونے کی مثال روایت "الإيمان مثبت في القلب كالجبال الرواسي، وزيادته ونقصه كفر" پر موضوع کا حکم لگانے کے بعد شیخ نے کہا ہے "هذا الحديث مخالف للآيات الكثيرة المصرحة بزيادة الإيمان" کہ یہ حدیث بہت سی ان آیات کے بھی خلاف ہے جن میں ایمان کے بڑھنے کا صراحتاً ذکر موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ليزداد الذين آمنوا إيمانا[66] تاکہ ایمان والے لوگوں کا ایمان بڑھے، بس یہ دلیل اس طرح کی احادیث کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ یہ قرآن کے خلاف ہے "[67]۔
- صحیح حدیث کے صراحتاً خلاف ہونے کی مثال روایت "عرى الإسلام وقواعد الدين ثلاثة، عليهن أسس الإسلام" کے ضمن میں شیخ نے کہا ہے "إن ظاهر الحديث مخالف للحديث المتفق على صحته"[68] کہ حدیث کا ظاہر بھی متفق علیہ صحیح حدیث کے خلاف ہے پھر اس کے بعد اس روایت کا تذکرہ کیا ہے جس میں اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں بتائی گئی ہیں۔ جبکہ یہ روایت اسلام کی بنیاد تین چیزیں بتاتی ہے۔
- بعض اوقات روایت کی معنویت کی تردید کو ثابت کرنے کیلئے اسے قرآن و حدیث ہر دو کے خلاف قرار دیتے ہیں جیسا کہ روایت

"إذا كان يوم القيامة أنبت الله لطائفة من أمتي أجنحة فيطيرون من قبورهم إلى الجنان، يسرحون فيها ويتنعمون فيها كيف شاءوا" کے بارے میں شیخ کہتے ہیں"والحديث منكر مخالف للقرآن وللأحاديث الصحيحة"کہ یہ حدیث قرآن اور صحیح احادیث دونوں کے ہی خلاف ہے[69]۔ شیخ نے اتنا ہی کہنے پر اکتفا کیا ہے یہ نہیں ذکر کیا کہ کن قرآنی آیات اور کن صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ اپنی تمام تحقیق کا رخ روایت کی سند کے راوی"حميد بن علي القيسي "کی طرف پھیرتے ہوئے اس سے متعلق اقوال علما ذکر کیے ہیں۔ حالانکہ اگر شیخ کسی ایک آیت یا حدیث کا تذکرہ کر دیتے تو انکا موقف مضبوط ہو جاتا۔

حاصل بحث:

کتاب "الضعیفہ والموضوعہ "میں شیخ البانی کے منہج کا تحقیقی مطالعہ کرنے کے بعد نتائج کی صورت میں منہج کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں جن میں عمومی، بلحاظ سند اور بلحاظ متن پہلو شامل ہیں جنھیں شیخ نے دوران تحقیق اختیار کیا ہے۔ ان پہلوؤں میں سے اکثر متقدمین محدثین نے بھی اختیار کیے۔ اس وجہ سے ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ اس کتاب میں شیخ کا اختیار کردہ منہج متقدمین کے منہج سے مماثلت رکھتا ہے۔ نتائج کے طور پر عمومی منہج کے اعتبار سے شیخ نے اپنی کتاب کی روایات پر حکم لگاتے ہوئے اجتہاد سے کام لیا ہے اور اس ضمن میں کسی کی تقلید نہیں کی۔ دوران تحقیق ضرورت پڑنے پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بالخصوص اور سلفیت کا بالعموم دفاع کرتے ہیں۔ کتاب کی تمام روایات کے ذکر کرنے میں کسی ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا نہ تو روایات کی ترتیب فقہی اعتبار سے ہے اور نہ ہی الف بائی اعتبار سے۔ کئی مقامات پر ضعیف روایات کے ذیل میں فقہی نکات کا ذکر کیا ہے۔ روایات پر حکم کی صورت میں جو اصطلاحات ذکر کی ہیں وہ اکثر متقدمین کے ہاں مستعمل ہیں۔ ضرورت پڑنے پر روایات میں نحوی مباحث کا تذکرہ بھی کرتے ہیں اور پھر انکے درست معانی بیان کرتے ہیں۔ تحقیق کے دوران امام ابو حنیفہ کو حدیث کے اعتبار سے ضعیف قرار دیتے ہیں لیکن انکے فقیہ ہونے کا نہ صرف اعتراف کرتے ہیں بلکہ فقہ میں انھیں امام تسلیم کرتے ہیں۔ سائنسی مید ان سے تعلق رکھنے والی موضوع روایات کا رد مسلمہ سائنسی تحقیقات کی روشنی میں کرتے ہیں۔

سند کے لحاظ سے شیخ کا منہج یہ ہے کہ روایات کی اسانید جمع کرکے ان میں موجود راویوں کے متعلق اقوال علماء ذکر کرتے ہیں جو اسانید جس کتاب سے لیں اسکا مکمل حوالہ دیتے ہیں اسکی جلد اور صفحہ نمبر لکھتے ہیں۔ سند میں موجود علت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ روایات پر ایک دفعہ حکم لگانے کے بعد اگر صحیح حکم مل جائے تو رجوع کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ متن کے لحاظ سے منہج میں شیخ سب سے پہلے متن روایت ذکر کرتے ہیں پھر اس پر حکم لگاتے ہیں۔ متن میں موجود تصحیف کو درست کرنے کے لئے مصدر کے مخطوطے کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ موضوع روایات کے اثبات میں محدثین کی کتب موضوعات کا حوالہ دیتے ہیں۔ ایسی موضوع روایت جس کا معنی درست ہو تو اس معنی کی حامل دیگر درست روایات کا ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر روایت کے معانی قرآن و حدیث کے صریح خلاف ہوں تو اسے واضح الفاظ میں قرآن و حدیث کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ شیخ کے اس منہج کے مطالعہ سے ان کا تصحیح و تضعیف میں مذکورہ منہج سامنے آتا ہے جو فہم حدیث میں علماء اور طلباء کے لیے ایک راہ نمائی کا کردار ادا کر سکتا ہے۔

حوالہ جات

[1] ابراہیم العلی، محمد ناصر الدین الالبانی محدث العصر و ناصر السنہ، مکتبہ دار القلم، دمشق، الطبعہ الاولی، 1440ھ 1999ء، ص 11

[2] الشیبانی، محمد بن ابراہیم، حیات الالبانی وآثارہ وثناء العلماء علیہ، مکتبہ السداوی، الطبعہ الاولی، 1407ھ 1987ء، ج1، ص44

[3] الھاشمی ابراہیم، صفحات مشرقہ من حیاۃ الشیخ الالبانی، ص132

[4] العیزری، عبدالرحمان بن محمد بن صالح، جھود الشیخ الالبانی فی الحدیث روایۃ ودرایۃ، مکتبہ الرشید، بیروت، ط1، 1427ھ، ص36

[5] ابی اسما المصری، قطف الثمار بآخر ما حدث بہ شیخنا البانی صفحات بیضا من ایام شیخنا الالبانی، المکتبہ الاسلامیہ، دار الآثار لنشر و التوزیع، 1422ھ 2001ء، ص 2019

[6] الھاشمی، ابراہیم، صفحات مشرقہ من حیاۃ الشیخ الالبانی، ص132

[7] العیزری، عبدالرحمان بن محمد بن صالح، جھود الشیخ الالبانی فی الحدیث روایۃ ودرایۃ، ص 7950

[8] الألباني، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، (المتوفى: 1420ھ)، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة، دار النشر: دار المعارف، الرياض المملكة العربية السعودية، الطبعة: الأولى، 1412ھ/1992ء، مقدمہ ج1، ص4340

[9] ایضا، ج1، ص42

[10] ایضا، ج1، ص53-59

[11] ایضا، روایت نمبر(1014)، ج1، ص76

[12] الحنبلي، زين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب(المتوفى: 795ھ)، فتح الباري شرح صحيح البخاري، مكتبة الغرباء الأثرية، المدينة النبوية. الطبعة: الأولى، 1417ھ 1996ء، ج9، ص182

[13] العسقلاني، أحمد بن علي بن حجر، فتح الباري شرح صحيح البخاري، الناشر: دار المعرفة بيروت، 1379، ج1، ص13

[14] الألباني، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، روایت نمبر(5296)، ج11، ص465

[15] المزي، يوسف بن عبدالرحمن، تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف، المكتب الإسلامي، والدار القيّمة الطبعة الثانية، 1403ھ، ج2، ص115

[16] الألباني، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، روایت نمبر(1)، ج1، ص53

[17] الدينوري، عبد الله بن مسلم بن قتيبة (المتوفى: 276ھ)، تأويل مختلف الحديث المؤلف: أبو محمد، المكتب الاسلامي مؤسسة الإشراق الطبعة: الطبعة الثانية مزيده ومنقحة 1419ھ 1999م، ج1، ص128

[18] الألباني، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، روایت نمبر(4856)، ج10، ص448

[19] الأصبهاني، محمد بن عمر بن أحمد، اللطائف من دقائق المعارف في علوم الحفاظ الأعارف، دار الكتب العلمية، الطبعة1، 1420ھ، ج1، ص360

[20] الألباني، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، روایت نمبر(551)، ج2، ص29

[21] البغدادي، أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت (المتوفى: 463ھ)، شرف أصحاب الحديث، الناشر: دار إحياء السنة النبوية، أنقرة، ج1، ص42

[22] الألباني، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، روایت نمبر(1035)، ج3، ص124

[23] للكنوي ، محمد عبد الحي بن محمد ,الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة ،الناشر: مكتبة الشرق الجديد بغداد ج1،ص45

[24] الألباني ، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين،سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، روايت نمبر(6)، ج1،ص62

[25] النووي، أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف (المتوفى: 676هـ) ،المجموع شرح المهذب، الناشر: دار الفكر،ج2،ص192

[26] الألباني ، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين،سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، روايت نمبر(1534)، ج4،ص44۔

[27] الخطابي أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم ,معالم السنن شرح سنن أبي داود ,المطبعة العلمية، حلب الطبعة1 ،1351هـ ج1،ص101

[28] الألباني ، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين،سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، روايت نمبر(15)، ج1،ص70

[29] السخاوي ،أبو الخير محمد بن عبد الرحمن (المتوفى: 902هـ)، المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة،الناشر: دار الكتاب العربي، بيروت الطبعة: الأولى، 1405هـ 1985م ، ج1ص263

[30] الألباني ،أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين،سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، روايت نمبر(2002)، ج5،ص13

[31] الشافعي، أبو عبد الله، محمد بن إدريس (المتوفى: 204هـ)، اختلاف الحديث، الناشر: دار المعرفة ،بيروت، 1410هـ، ج8،ص594

[32] الألباني ، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين،سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، روايت نمبر(609)، ج2،ص76

[33] البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي ،السنن الكبرى ،الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثالثة، 1424هـ ، ج1ص455

[34] الألباني ،أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين،سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، روايت نمبر(2)، ج1،ص54

[35] ابن بطال،أبو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك (المتوفى: 449هـ)،شرح صحيح البخارى، دار النشر: مكتبة الرشد السعودية، الرياض الطبعة الثانية، 1423هـ 2003م، ج1،ص231

[36] الألباني،أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين،سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، روايت نمبر(3236)، ج7،ص228

[37] الأندلسي،أبو الوليد سليمان بن خلف بن سعد،المنتقى شرح الموطإ،مطبعة السعادة ،مصر الطبعة الأولى، 1332هـ ،ج2،ص331

[38] الألباني،أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين،سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، روايت نمبر(3901)، ج8،ص371

[39] الرازي، عبد الرحمن بن محمد ابن أبي حاتم ،العلل لابن أبي حاتم ،مطابع الحميضي، الطبعة: الأولى، 1427هـ 2006م ،ج2ص171

[40] الألباني،أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين ،سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، روايت نمبر(3429)، ج7،ص437

[41] السِّلَفي،أبو طاهر، أحمد بن محمد، الطيوريات من أصول،مكتبة أضواء السلف، الرياض الطبعة: الأولى، 1425هـ ،ج3، ص818

[42] الألباني،أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين،سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، روايت نمبر(4689)، ج10،ص222

[43] الصنعاني، محمد بن إسماعيل (المتوفى: 1182هـ) ، التَّحبير لإيضَاح مَعَاني التَّيسير، الناشر: مَكتَبَةُ الرُّشد، الرياض المملكة الْعَرَبيَّة السعودية الطبعة: الأولى، 1433هـ 2012م ،ج4، ص620

[44] الألباني،أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين،سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ،روايت نمبر(1037)۔ج3،ص127۔

[45] ايضا روايت نمبر(315)۔ج1،ص486

[46] علاء الدين ، مغلطاي بن قليج بن عبد الله(المتوفى: 762هـ)، شرح سنن ابن ماجه الإعلام بسنته عليه السلام ،الناشر: مكتبة نزار مصطفى الباز المملكة العربية السعودية الطبعة: الأولى، 1419هـ 1999م ج1،ص1365)

[47] الألباني، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، روايت نمبر (533) ، ج2، ص17

[48] ايضا، روايت نمبر (458)، ج1، ص667

[49] ايضا روايت نمبر (293)، ج1، ص461

[50] ايضا، روايت نمبر (47)، ج1، ص123

[51] ايضا روايت نمبر (2761)، ج6، ص282

[52] الألباني ، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، روايت نمبر (2766)، ج6، ص286

[53] ايضا، روايت نمبر (3119)، ج7، ص119

[54] ايضا ، روايت نمبر (3688)، ج8، ص166

[55] ايضا، روايت نمبر (1681)، ج4، ص1681

[56] ايضا، روايت نمبر (118)، ج1، ص240

[57] ايضا، روايت نمبر (2018)، ج5، ص34

[58] ايضا، روايت نمبر (4068)، ج9، ص65

[59] الخطابي ، أبو سليمان، احمد بن محمد (المتوفى: 388ھ) ، معالم السنن شرح سنن أبي داود، الناشر: المطبعة العلمية – حلب الطبعة: الأولى 1351 ھ 1932 م، ج3، ص301

[60] العسقلاني، أحمد بن علي بن حجر، فتح الباري شرح صحيح البخاري ، ج4، ص156

[61] الألباني ، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، روايت نمبر (1515)، ج4، ص25

[62] المقدسي ، محمد بن طاهر، (المتوفى: 507ھ)، ذخيرة الحفاظ (من الكامل لابن عدي)، الناشر: دار السلف – الرياض الطبعة: الأولى، 1416 ھ 1996م ، ج4، ص2428

[63] الاصفهانی، حمزه بن حسن، التنبيه على حدوث التصحيف (ان يقرا الشئی على خلاف ما اراد کاتبه)، دار صادر، بيروت، ط2، 1412ھ، ص3

[64] الألباني، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، روايت نمبر (1232)، ج3، ص376

[65] الألباني، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، (المتوفى: 1420ھ) ، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ، روايت (22)، ج1، ص7877

[66] لفتح: آيت (4)

[67] لألباني، أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، (المتوفى 1420ھ)، سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، روايت نمبر (464)، ج1، ص678

[68] ايضا ، روايت نمبر (94)، ج1، ص212

[69] ايضا، روايت نمبر (507)، ج2، ص4